الجواب وباللہ التوفیق

۱۔ یوم جمعہ میں اسّی مرتبہ درود پڑھنے کا ذکر روایات میں دو طرح سے وارد ہوا ہے، بعض روایات میں مطلق یعنی عصر کے بعد کی تخصیص کے بغیر پڑھنے کا ذکر ہے، اور بعض میں خصوصیت کے ساتھ بعد عصر پڑھنے کا ذکر ہے، از روئے اسناد وثبوت دونوں میں فرق ہے، مطلق پڑھنے کا تذکرہ روایات میں موصولا ومسندًا اوارد ہوا ہے، جیسا کہ منسلکہ تحقیق میں حضرت ابوھریرہؓ اور حضرت انسؓ سے مرفوعا اس کو نقل کیا گیا ہے، نیز اس کے علاوہ اس مضمون (بروز جمعہ مخصوص مقدار میں درود پڑھنے پر مخصوص اجر ثواب کا حاصل ہونا) کی روایات دیگر صحابۂ کرام سے بھی مروی ہیں، جن میں بعض کی اسناد شدید کمزور اور بعض کی نسبتًا کچھ بہتر ہے، وہ روایات ملاحظہ ہوں:

۱۔وعن ابی ذر الغفاریؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من صلى على يوم الجمعة مأتى صلاة غفر له ذنب مأتى عام ، أخرجه الديلمى ولا يصح (القول البديع ١٩٦)

٢ . وعن ابن مسعودؓ انه قال لزيد بن وهب يا زيد ألا تدع اذا كان يوم الجمعة أن تصلى على النبى صلى الله عليه وسلم الف مرة تقول اللهم صل على محمد النبى الامى ، رواه التيمى فى الترغيب وفى سنده لين (حوالا بالاص: ١٩٨)

٣.وعن جابرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من صلى على فى كل يوم مأة مرة قضى الله له مأة حاجة ، سبعين منها لآخرته وثلاثين منها لدنياه ، اخرجه ابن منده ، وقال الحافظ ابو موسى المدينى انه حديث غريب حسن ،وسيأتى فى الباب الرابع فى اثناء حديث لانس لكن بقيد الجمعة (حوالا بالاص: ١٣٤)

٤.وعن علىؓ قال : من صلى على النبى صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة مأة مرة جاء يوم القيامة ومعه نور لو قسم ذالک النور من الخلق لوسعهم ، اخرجه ابونعيم فى الحلية (حوالا بالا ص: ١٩٩)

٥ . وعن ابن عباسؓ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ما من مؤمن يصلى ليلة الجمعة ركعتين يقرأ فى كل ركعة بعد الفاتحة خمسا وعشرين مرة ـــ " قل هو الله احد " ثم يقول الف مرة : صلى على محمد النبى الامى فانه لا يتم الجمعة القابلة حتى يرانى فى المنام ، اخرجه ابوموسى المدينى ولا يصح (حوالا بالاص: ٢٠٠)

٦ . حضرت انسؓ ہی سے مروی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: من صلى على فى كل يوم جمعة اربعين مرة محا الله عنه ذنوب اربعين سنة ، ومن صلى مرة واحدة فتقبلت منه محا الله عنه ذنوب ثمانين سنة . اخرجه التيمى فى ترغيبه وابو الشيخ ابن حبان فى بعض اجزائه والديلمى فى مسنده من طريقه وسنده ضعيف. (حوالا بالاص: ١٩٧)

۷. وایضاً روی عن انس مرفوعاً: من صلی علی فی یوم الجمعة ألف مرة لم یمت حتی یری مقعده فی الجنة. اخرجه ابن شاهین بسند ضعیف (حوالۂ بالا)

اس کے علاوہ بھی اس مضمون کی مزید روایات علامہ سخاوی نے "القول البدیع" میں اور علامہ صالحیؒ نے "سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد، ص ۵۴۴ ج ۱۲" میں ذکر فرمائی ہیں۔

ان روایات کے مجموعہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ مذکورہ روایت بے اصل نہیں ہے، اسی لئے علامہ عراقی، سیوطی وغیرہما نے اس کی تحسین کی ہے، نیز کسی مقدار کی تخصیص کے بغیر بروز جمعہ کثرت کے ساتھ درود پڑھنا صحیح روایات میں وارد ہے، وہ سب روایات بھی مذکورہ روایت کی فی الجملہ مؤید ہیں، اسلئے ان حضرات کا اس روایت کو حسن قرار دینا بجا ہے، علامہ سخاویؒ نے ان حضرات کی تحسین کے بارے میں جو "یحتاج الی نظر" فرمایا ہے وہ وہ خاص ان روایات کی اسناد کے پیش نظر ہے کہ ان روایات کی اسناد بانفرادہ حسن نہیں، بلکہ ضعیف ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ان احادیث کے مجموعے کو بھی ساقط الاعتبار یا ساقط العمل مانتے ہیں، جیسا کہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے اس اقتباس سے ظاہر ہے:

وبهذا یتضح لک ان تصحیح بعض المحدثین للحدیث اذا صرح اکثرهم بضعفه کحدیث لا وصیة لوارث اوغیره مثلاً لا یقدح فی تضعیف من ضعفه، لان تضعیف من ضعفه باعتبار ان کل طریق من طرقه لا یخلو اسناد ها عن مقال، وتصحیح بعضهم باعتبار التلقی وبالنظر الی مجموع طرقه والله اعلم(حاشیة الأجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الکاملة، ص ۲۳۶)

۲۔ نیز علامہ سیوطیؒ کی کتاب "تدریب" کے حوالہ سے جو عبارت منسلکہ تحقیق میں منقول ہے اس سے بھی یہ بات ظاہر ہے کہ فاسق یا متہم بالکذب راوی کی روایت جب متعدد طرق سے منقول ہو، خواہ اس کے تمام طرق یکساں ہوں، تو اس سے ضعف کا انجبار اور حدیث کے درجہ میں گو اضافہ نہیں ہوتا؛ مگر یہ فائدہ ضرور حاصل ہو جاتا ہے کہ حدیث بے اصل باقی نہیں رہتی، منسلکہ تحقیق میں اس روایت کو دو صحابہ سے نقل گیا ہے، دونوں کی سندیں تقریبا یکساں ہیں، نیز اس مضمون کی روایات دیگر صحابۂ کرام سے بھی مروی ہیں کما مر، اسلئے تعدد طرق کے متحقق ہو جانے کی بنا پر اس حدیث کو بالکل بے اصل نہیں کہا جاسکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ضعیف ہے، اور باب فضائل میں حدیث ضعیف قبول کی جاتی ہے، ایک روایت پر کلام کرتے ہوئے علامہ شامیؒ نے تحریر کیا ہے:

قوله "لانه روی بطرق مختلفة بسطها العلامة طاش کبری، فیشعر بأن له اصلا، فلا أقل من ان یکون ضعیفا فیقبل، اذلم یترتب علیه اثبات حکم شرعی (الدر المختارمع ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۶ نعمانیه)

نیز حدیث "تختمو ابالعقیق فانه مبارک" کے بارے میں علامہ سخاویؒ نے "المقاصد الحسنة" میں ذکر کیا ہے کہ اس کے سب طرق "واهی" ہیں، جس کی تفصیل بھی انہوں نے ذکر کی ہے، مگر ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق اور مختلف صحابۂ کرام سے منقول ہے، لہذا اس کو بے اصل نہیں کہا جاسکتا۔ ملا علی قاریؒ کا کلام ملاحظہ ہو:

قال بعض الشراح: واما ماروی فی التختم بالعقیق من انه ینفی الفقروانه مبارک وان من تختم به لم یزل فی خیر، فکلها غیر ثابتةٍ علی ما ذکره الحفاظ، قلتُ: حدیث "تختموا بالعقیق فانه

مبارک" رواہ العقیلی فی الضعفاء، وابن لالٍ فی مکارم الاخلاق، والحاکم فی تاریخه، والبیهقی والخطیب، وابن عساکر، والدیلمی فی مسند الفردوس، عن عائشةؓ، وکثرة الطرق تدل علی أن الحدیث له اصل، وروی ابن عدی فی الکامل عن انس: تختموا بالعقیق فانه ینفی الفقر (المرقاة فی شرح المشکوٰة ۸/۲۷۴)

۳۔اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے جو حدیث انسؓ کو منکر قرار دیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ بالکل اصل روایت ہے، درست نہیں، اسلئے کہ حضرات محدثینؒ کے یہاں تفرد پر نکارت کا اطلاق شائع وذائع ہے، چونکہ اس روایت کی سند میں حجاج بن سنان اور ان سے اوپر کے سب روای اپنے شیوخ سے روایت لینے میں متفرد ہیں اور حجاج بن سنان سے اس کے علاوہ کوئی اور روایت مروی نہیں ہے، اسلئے اس کو منکر قرار دیا گیا، علامہ عبدالحی الکنویؒ کی معروف کتاب "الرفع والتکمیل" میں صراحت ہے:

ولاتظنن من قولهم: هذا حدیث منکر أن راوَ یه غیر ثقة فکثیرا ما یطلقون النکارة علی مجرد التفرد، وقال الزین العراقی فی تخریج احادیث احیاء العلوم: کثیرا مایطلقون المنکر علی الراوی لکونه روی حدیثا واحدا انتهی (ص ۲۰۰)،

نیز شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے اسی کتاب کے حاشیہ میں علامہ سیوطیؒ سے نقل کیا ہے:

"وصف الذهبی فی المیزان عدة احادیث فی مسند احمد وسنن ابی داؤد وغیر هما من الکتب المعتمدة بانها منکرة، بل وفی الصحیحین ایضا، وما ذاک الا لمعنی یعرفه الحفاظ، وهو ان النکارة ترجع الی الفردیة لا ضعف متن الحدیث، فضلا عن بطلانه" (حوالۂ بالا)۔

اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے "نتائج الافکار" میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس پر صرف "ضعیف" ہونے کا حکم لگایا۔منکر نہیں فرمایا، جیسا کہ مسلکہ تحقیق میں بھی مذکور ہے۔

ماضی قریب کے مشہور ناقد حدیث علامہ البانیؒ نے بھی اس روایت کو صرف ضعیف قرار دیا ہے، موضوع یا منکر نہیں کہا، انہوں نے اس کی اسناد پر جو کلام فرمایا ہے اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ روایت بالکل ساقط الاعتبار نہیں ہے، ان کا کلام ملاحظہ ہو:

"الصلاة علی نور علی الصراط......... ضعیف، اخرجه الدیلمی (۲/۵۵) من طریق الدار قطنی عن عون بن عمارة حدثنا سکن البرجمی عن الحجاج بن سنان عن علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة مرفوعاً. وقال الدار قطنی فی الأفراد ـــ ونحوه فی زهر الفردوس للحافظ ـ: تفرد به الحجاج بن سنان عن علی بن زید، ولم یروه عن حجاج الاالسکن ابن ابی السکن، کذافی فیض القدیر للمناوی، ثم قال: قال ابن حجر فی تخریج الاذکار: والأربعة ضعفاء. وأخرجه ابو نعیم من وجه آخر وضعفه ابن حجر، قلت ـ ای الألبانی ـ:فی هذا التضعیف نظر من حیث شموله السکن هذا، فانی لم أره فی المیزان ولا فی اللسان، بل ان بن ابی حاتم لما ترجمه (۲/۱/۲۸۸): روی عن ابن معین انه قال: صالح،

وعن ابيه: صدوق، فمثله لا يضعف عادة، ثم رأيت الحافظ ابن حجر قال فی ترجمة حجاج بن سنان من اللسان: وجدت له حديثا منكرا: أخرجه الدارقطنی فی الأفراد من رواية عون بن عمارة عن زكرياالبرجمی عنه، عن علی بن زيد (قلت: فساقه كما تقدم، ثم قال) وسيأتی فی ترجمة زكريا البرجمی. ثم أعادالحديث تبعا لأصله "الميزان" فی ترجمة زكريا بن عبد الرحمان البرجمی وقال: لينه الأزدی. قلت: فاختلف نقل الحافظ عن الدارقطنی عما وقع فی رواية الديلمی، وفی نقل المناوی عنه، فلعل الحافظ ابن حجر فی "تخريج الأذكار" نقل الحديث عن الدار قطنی كما نقله فی اللسان عن زكريا البرجمی فضعفه علی هذا، ولم يتنبه المناوی لهذا الاختلاف بين نقله ونقل الحافظ، فنتج منه تضعيف الصدوق، وجملة القول: ان الحديث ضعيف، لكن الأمر يتطلب تحقيقا خاصا فی تحديد اسم البرجمی هذا، هل هو زكريا ام السكن؟ ولعلنا نوفق لمثله فيمابعدانشاء الله تعالی، والحديث رواه منصور بن صقير: حدثنا سكن بن ابی السكن عن علی بن زيد، عن سعيد بن المسيب قال قال رسول الله ﷺ......فذكره مرسلاً، وزاد: ومن ادركه الموت وهو فی طلب العلم، لم تكن بينه وبين الانبياء فی الجنة الادرجة واحدة، اخرجه يوسف بن حجر القواس فی حديثه" (ق ۲۹/۱-۲) ومنصوربن صقير. ضعيف ايضا كما فی التقريب، وقد خالف عون بن عمارة فی اسناده، وعون ضعيف ايضا كما تقدم، فلا يسوغ الترجيح بينهما، ألا انه علی ضعفهما، فقد اتفقا علی ان راوی الحديث هوا السكن وليس زكريا والله اعلم (سلسلة الأحاديث الضعيفة ۸/۲۷۴)

۴۔ حافظ ذہبیؒ کا حدیث ابی ہریرہؓ۔ جو منسلکہ تحقیق میں پہلی بار نقل کی گئی ہے۔ پر وضع کا حکم لگانا بھی صحیح نہیں، اسلئے کہ حدیث کے موضوع ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کا کذاب راوی اس حدیث میں منفرد ہو، کوئی دوسری حدیث اس کی مؤید نہ ہو، جبکہ حدیث بالا دو صحابہ سے مروی ہے، اور اس کے دیگر شواہد و مؤیدات اس کے علاوہ ہیں، شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ نے حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے:

ومع ذلك لايتجه الحكم عليه بالوضع، لفقد شرط الحكم فی ذلك انتهی، وهوان ينفرد بالحديث كذاب، ولايوجد ذلك الحديث عند غيره. (المصنوع فی معرفة احاديث الموضوع ص ۱۵۲)

جس حدیث کے مؤیدات و شواہد موجود ہوں، وہ حدیث موضوع ہونے سے خارج ہو جاتی ہے، تمام محدثین کے کلام میں اس کی تصریح موجود ہے، ایک موقعہ پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے کلام کا خلاصہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

وقد انتهی الحافظ من كلامه السابق الی ان لهذا الحديث اصلا صحيحافی جزء منه. وجاء من طرق متعددة. وهذايدل علی ان لحديث "المسند" اصلا فی الجملة، وبه ينتفی الحكم عليه بالوضع الذی ذهب اليه ابن الجوزی (حاشيه المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع ص ۲۵)

"تختم بالعقيق" کی روایات پر کلام کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ نے اپنی معروف شرح "المرقاة" میں تحریر کیا ہے:

''قال بعض الشراح: واما ماروی فی التختم بالعقیق من انه ینفی الفقر وانه مبارک وان من تختم به لم یزل فی خیر فکلها غیر ثابتة علی ما ذکره الحفاظ، قلت: حدیث''تختموا بالعقیق فانه مبارک'' رواه العقیلی فی الضعفاء، و ابن لالٍ فی مکارم الأخلاق، والحاکم فی تاریخه، والبیهقی، والخطیب، وابن عساکر، والدیلمی فی ''مسند الفردوس'' عن عائشةؓ، و کثرة الطرق تدل علی ان الحدیث له اصل، وروی ابن عدی فی الکامل عن انس: تختمو ابالعقیق فانه ینفی الفقر'' (المرقاة شرح المشکاة ۸/۲۷۴)

نیز علامہ سیوطیؒ کا کلام ملاحظہ ہو:

واعلم انه جرت عادة الحفاظ کالحاکم وابن حبان والعقیلی وغیرهم: انهم یحکمون علی حدیث بالبطلان من حیثیة سندمخصوص لکون راویه اختلق ذلک السند لذلک المتن، ویکون ذلک المتن معروفا من وجه آخر، ویذکرون ذلک فی ترجمة ذلک الراوی یجرحونه به، فیغتر ابن الجوزی بذلک ویحکم علی المتن بالوضع مطلقا، ویورده فی کتاب الموضوعات، ولیس بهذا بلائق، وقدعاب علیه الناس بذلک، آخرهم الحافظ ابن حجر، وهذا الوضع من ذلک ای الحکم بالوضع فی الحدیث المذکور من هذا النوع، اذ هو باطل من الطریق التی اوردها ابن الجوزی، وله طرق کثیرة و شواهداوردها السیوطی، وقال یرتفع بها عن درجة الوضع وتجعل للحدیث اصلا (حاشیة الرفع والتکمیل ص ۲۲۵ بحواله: اللآلی المصنوعة ۱/۱۷۱)

اور علامہ احمد بن صدیق الغماریؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

وکون الأحادیث تتقوی بکثرة الطرق وترفع معهامن الضعف الی الحَسن ومنه الی الصحة: امر معلوم، ومن اجل عدم اعتبار الطرق والنظر الی مجموعها وقع ابن الجوزی فیما وقع من الخطاء الصُراح، فاکثر فی موضوعاته من اِخراج الأحادیث الضعیفة التی لا تنحط الی درجة الواهی فضلا عن الموضوع، وکذالک اکثر من اخراج الأحادیث الحسنة والصحیحة، وکثر تعقب الحفاظ علیه، ونبهوا علی موضوعاته، وحذروا من الاعتماد علی حکمه فیها الا للعارف الماهر، وذلک انه ینجد فی اسناد الحدیث راویا متهما او مجهولا، ولا یقف له علی اسناد آخر فیبادر الی الحکم بوضعه ویکون له فی الواقع أسانید یتعذرالحکم معها بوضعه؛ بل قد ترفعه الی درجة الحسن والصحیح، کما بین کثیرا منها الحافظان: العراقی و تلمیذه الحافظ ابن حجر فی مواضع متعددة من کتبها وأمالیهاوأفرادالمافیه من احادیث المسند ـ للإمام احمد ـ جزئاً مخصوصا (حوالۃ بالا ص ۳۲۷)

۵۔ حدیث ضعیف۔ بشرطیکہ موضوع نہ ہو۔ جمہور امت کے یہاں قابل عمل ہے، خصوصا فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے

باب میں اسکی قبولیت پر تمام فقہاء ومحدثین متفق اللسان ہیں۔امام بخاریؒ جو قبولِ روایت کے معاملہ میں سب سے سخت ہیں اورامام ذہبیؒ جو رواۃ کی چھان پھٹک میں اپنی نظیر نہیں رکھتے،اول نے اپنی" الادب المفرد" میں اورثانی نے "الکبائر" میں ایسی روایات کی ایک بڑی تعداد درج کی ہے جن پر شدید جرح کی گئی ہے،اورامام نوویؒ کی "ریاض الصالحین" اورامام منذریؒ کی "الترغیب والترھیب" کی نوعیت بھی یہی ہے،حالانکہ یہ حضرات اصحاب فن ہیں:

وقال النووی فی کتاب الأذکار: قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم: یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا......وفی "اربعین النوری" وشرحه المسمی بالفتح المبین لابن حجر الهیتمی: قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال، لأنه ان کان صحیحا فی نفس الأمر فقد اعطی حقه من العمل به، والالم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولاتحریم ولاضیاع حق للغیر (الأجوبة الفاضلة ص ۴۱،۴۲)

وقد قال الامام احمد وغیره من الأئمة: اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذارویـنا فی الفضائل ونحوها تساهلنا، والذی ذهب الیه کثیر من اهل العلم: الترخص فی الرقائق ومالاحکم فیه من أخبار المغازی وما یجری لمجری ذلک، وانه یقبل فیها مالا یقبل فی الحلال والحرام لعدم تعلق الأحکام بها (ظفر الأمانی ص ۱۸۲)

وعلی ماذهب الیه الامام احمد وغیره من ائمة ذلک العصر الذین قالوا اذارویـنا فی الحلال والحرام شددنا، واذا روینا فی الفضائل و نحوهاتساهلنا: جری الامام البخاریؒ فی کتابه "الأدب المفرد" فاوردفیه جملة کبیرة من الأحادیث والآثار الضعیفة مستدلا بها فی الباب، وقد یکون الباب قاصرا علیها، وفی رواتها الضعیف والمجهول و منکر الحدیث والمتروک واشباه ذلک. (حاشیه ظفر الأمانی لعبدالفتاح ابو غده، ص ۱۸۲) (نیز ملاحظہ ہو: حدیث اورفہم حدیث،ازمولانا عبداللہ معروفی،ص۴۳۳)

ائمہ فن کی ان تصریحات اورطرزِعمل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ فضائل اعمال میں سوائے موضوع کے ہر حدیث قابل عمل ہے، بلکہ حضرات فقہاء تو باب احکام میں بھی ضعیف روایت قبول کر لیتے ہیں۔

علامہ ابن الہمامؒ نے فرمایا ہے:

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (قواعد فی علوم الحدیث للتهانوی، ص ۱۱۰)

اور نہ صرف احناف بلکہ ائمہ اربعہ کا مسلک یہی ہے۔(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حدیث اورفہم حدیث،ازمولانا عبداللہ معروفی ص۴۲۴)

البتہ ضعیف روایت کے قابل قبول ہونے کے لئے حضرات محدثین نے کچھ شرائط مقرر کی ہیں، جودرج ذیل عبارت میں مذکور ہیں:

وذكر شيخ الاسلام له ثلاثة شروط: احدها: ان يكون الضعف غير شديد، فيخرج عن من انفرد من الكذابين والمهتمين بالكذب ومن فحش غلطه، والثاني: ان يندرج تحت اصل معمول به والثالث: ان لا يعتقد عند العمل به ثبوته بل يعتقد الاحتياط. (الأجوبة الفاضلة ص ۴۱)

زیر بحث حدیث میں یہ شرائط بالا بھی متحقق ہیں، اس کا ضعف شدید نہیں، بایں معنی کہ متعدد طرق اور مختلف صحابہ کرام سے اس مضمون کی روایات منقول ہیں کمامر، نیز یہ روایت ایک اصل معمول بہ (یوم جمعہ میں کثرت درود) کے تحت بھی داخل ہے، تیسری شرط کا تعلق عامل کے عمل سے ہے کہ ازراہِ احتیاط عمل کرے۔

خلاصۂ تحقیق یہ ہے کہ مذکورہ روایت کی جو اسانید منسلکہ تحقیق میں پیش کی گئی ہیں ان کی رو سے اسمیں ضعف پایا جاتا ہے، مگر اپنے مؤیدات وشواہد اور باب فضائل وترغیب میں ضعیف روایات کے قابل قبول ہونے کے پیش نظر اس پر عمل کی گنجائش ہے اور اس کی نشر و اشاعت بھی کی جاسکتی ہے جیسا کہ آج تک امت اس کی نشر واشاعت کرتی آئی ہے۔

اس سلسلہ کی دوسری روایت جسمیں ''عصر کے بعد'' کی قید وارد ہے وہ روایت سنداً کسی کتاب میں نہیں مل سکی، البتہ علامہ سخاویؒ وغیرہ نے اس کو ''ابن بشکوال'' کے حوالہ سے اور انہوں نے ''علامہ ابوالقاسم''، جن کی کتاب کا نام ''الترغیب'' ہے، سے اس کو نقل کیا ہے، لہذا کوئی اگر ان حضرات پر اعتماد کرتے ہوئے اور وقت عصر کی فضیلت۔ خصوصا یوم الجمعہ میں۔ کے پیش نظر بعد عصر اس کا اہتمام کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے:

وعن انس قال قال رسول الله ﷺ: التمسوا الساعة التى تُرجى فى يوم الجمعة بعد العصر الى غيبوبة الشمس، رواه الترمذى (مشكوة ص ۱۲۰)

وعن ابى هريرة قال: قيل للنبى ﷺ لأى شىءٍ سمى يوم الجمعة؟ قال: لان فيها طبعت طينة ابيك آدم، وفيها الصعقة والبعثة و فيها البطشة، وفى آخر ثلث ساعات منها ساعة، من دعا الله فيها استجيب له، رواه احمد (حوالۂ بالا ص ۱۲۱)

اور اسکی نظیر یہ ہے کہ حدیث ''ما بدئ بشیءٍ یوم الاربعاء الا وقد تم'' علامہ سخاویؒ نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ متداول کتب میں اسکی کوئی سند نہیں ملتی، مگر علامہ سخاویؒ نے اسی کے ساتھ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ صاحب ہدایہ کے شاگرد علامہ زرنوجیؒ (صاحب تعلیم المتعلم) فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے شیخ صاحب ہدایہ یہ روایت اپنی سند سے ذکر فرماتے تھے اور اس بنا پر یوم الاربعاء کے انتظار میں اپنے درس کو موقوف رکھتے تھے، ملاّ علی قاریؒ نے بھی یہی بات تحریر فرمائی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گو ہمارے سامنے اس حدیث کی سند موجود نہیں، مگر ان حضرات کے اعتماد پر اس پر عمل کی گنجائش ہے، چنانچہ ہمارے اکابرؒ کے یہاں یوم الاربعاء میں سبق کی ابتداء کا معمول چلا آتا ہے، علامہ سخاویؒ کا کلام ملاحظہ ہو:

حديث: ما بدئ بشىءٍ يوم الاربعاء الا تم، لم اقف له على اصل، ولكن ذكره برهان الاسلام فى كتابه ''تعليم المتعلم'' عن شيخه المرغينانى صاحب الهداية فى فقه الحنفيه: انه كان يوقف بداية السبق على يوم الاربعاء، وكان يروى ذلك بحفظه، ويقول: قال رسول الله

ﷺ: ما من شیٔ بدئ بہ یوم الاربعاء الا وقد تم، قال : وهکذا یفعل ابی فیروی هذا الحدیث باسناده عن القوام احمد ابن عبد الرشید انتهی (المقاصد الحسنه: ص ٥٧٤)

اور ملا علی قاریؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ:

وقداعتمد من ائمتنا صاحب الهداية على هذا الحديث، وكان يعمل به في ابتداء درسه، وقد قال العسقلاني: بلغني عن بعض الصالحين ممن لقيناه انه قال: اشتكت الاربعاء الى الله تعالیٰ تشاؤم الناس بها فمنحها انه ماابتدئ بشیٔ فیها الا وتم، انتهى (الاسرار المرفوعة :رقم ٤٠١).

لیکن واضح رہے کہ یہ سب تفصیل اس حدیث پر عمل کرنے کے بارے میں ہے جہاں تک اس پر عمل نہ کرنے والوں پر نکیر کا مسئلہ ہے، جیسا کہ مسئلۂ تحقیق میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو لوگ جمعہ میں بعد عصر اس کو پڑھے بغیر جانے لگیں تو ان کو مطعون کیا جاتا ہے، تو اس کی قطعاً اجازت نہیں، اسلئے کہ جس عمل کا استحباب مضبوط اور مستند طریقہ سے ثابت ہو اس کے تارک پر نکیر اور اس کو مطعون گردانا جائز نہیں، چہ جائیکہ اُس مستحب عمل کے ترک پر مطعون گردانا جائے، جس کا ثبوت واستناد اس درجہ کا نہیں، اسلئے اس پر عمل اور دوسروں کو اس کی ترغیب دیجاسکتی ہے مگر نہ کرنے والوں پر نکیر جائز نہیں ہے:

ومستحبه: السين والتاء زائدتان، اى المحبوب فيه، والمحبوب فى اللغة: ضد المكروه، واصطلاحاً: ما يثاب على فعله ولا يلام على تركه، كما فى شرح الملتقى (حاشية الطحطاوى على الدر المختار ١/٧٣)

حرره العبد بشير احمد غفرلہ

معین مفتی مظاهر علوم سهارنپور

١٤٣٧/٨/١٥ھ

حررہ العبد بشیر احمد غفرلہ
معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور
١٤٣٧/٨/١٥ھ

الجواب صحیح
[illegible]
١٤٣٨/٢/١٩ھ

الجواب صحیح
[illegible]
١٤٣٨/٢/١٩ھ

(مہر: دار الافتاء)

الجواب صحیح
محمد صالح سہارنپوری
١٤٣٨/٢/١٩ھ

باسمہ سبحانہ
اس تحریر میں جمعہ کے دن عصر کے بعد والے درود شریف سے متعلق سوال کا جواب تو ہو گیا، مزید براں باب ترغیب اور فضائل اعمال میں کس درجہ کی روایات معتبر ہو سکتی ہیں اور ایسی کمزور روایات کی رعایت ضروری ہے اور اس کے متعلق شروح حدیث کتب اصول کی عبارات حسب ضرورت سے
[illegible]

[illegible]
١٧ ربیع الاول ١٤٣٨ھ